

”آخرِ شب کے ہم سفر“:
لفظیات کا سماجی و لسانی مطالعہ

ABSTRACT

Lexicon of linguistic and social analysis of "Aakhiri Shab Kay Hamsafar."

By Shumaila Shad, Baldia Town, Karachi.

Qurat- UL- AinHaider has constructed the world of his own in fiction and paved the way for new literary experiments through her novel writing and remarkably changed the ancient tradition of Urdu fiction and took the Urdu novel to new creative expression and paths. Her novels helped in reconstructing the layers of civilization, culture, history, politics and fine arts.

The following thesis revolves around the linguistic and social analysis of Qurat- UL- AinHaider's magnum opus work of Urdu fiction named as "Aakhiri Shab Kay Hamsafar" (1979) in short. Discussion of the technicalities of the story line of the novel is also included. The terms used in the articles are mentioned in alphabetical order at the end as a glossary. A short and etymological overview of the way the writer has presented the atmosphere of Bengal in a cultural context is also presented. A research based and analytical study of terms used in "etymological analysis" is also being carried out. The meanings and linguistics of the terms used are explained and expressed with the help of authentic dictionaries and research articles. And it has been made sure that expressions and word which are important with regards to linguistics and meaning are included in the glossary.

۱۹۵۰ء کی دہائی سے لے کر اب تک اردو فکشن کے افق پر ہمارے ہاں جو سب سے بڑی نثری شخصیت طلوع ہوئی ہے وہ قرۃ العین حیدر ہے۔ قرۃ العین حیدر نے اردو فکشن میں روایتی طرز فکر سے ہٹ کر جدید ہیئتِ تجربات کے ذریعے ایک نئی جہت کا آغاز کیا۔ ان کی طبیعت میں یہ اُتچ ان کے والد سید سجاد حیدر یلدرم (۱۸۸۰-۱۹۴۳)^(۱) کی طرف سے انہیں وراثت میں ملی تھی۔ سجاد حیدر یلدرم نے بھی اپنے ہم عصر ادیبوں کی تقلید کی بجائے، اصلاحی، آدرشی اور تنقیدی رجحانات کی پیروی

”آخرِ شب کے ہم سفر“: لفظیات کا سماجی و لسانی مطالعہ

کی بجائے معاشرتی، نفسیاتی اور رومانی ادب کو پروان چڑھایا اور اردو افسانہ کو فکر و اسلوب اور اظہار و معنی کے نئے عناصر سے ہمکنار کیا۔ اس الگ راہ کا انتخاب انھوں نے جدید ترکی اور انگریزی ادب سے قبول کیا۔^(۲) یہی وجہ ہے کہ انھیں اردو افسانے میں طرز نو کا بانی شمار کیا جاتا ہے۔

قرۃ العین حیدر نے بھی جب اپنی فنی زندگی کا باقاعدہ آغاز کیا تو ابتدائی چند تحریروں سے ہی یہ بات واضح ہو گئی کہ قرۃ العین حیدر مغربی ادب کی نئی جہتوں اور ہیئتوں کا تجربہ اردو فکشن میں کر کے ادب کو ایک نئی راہ پر لارہی ہیں۔ یہی ان کی خاصیت تھی کہ انھوں نے افسانوی اور غیر افسانوی دونوں اصناف میں نئی اور پیچیدہ تکنیک کو اس فن کا رانہ انداز سے برتا کہ ان کے لکھے گئے ادب نے اپنی الگ ایک پہچان بنالی۔ اس کی بہترین مثال ان کے وہ تمام افسانوی اور غیر افسانوی مجموعے قرار دیے جاسکتے ہیں جو انھوں نے ۱۹۴۷ء کے بعد لکھے۔ جن میں سرفہرست ان کا ناول ”آگ کا دریا“ (۱۹۵۹ء) ہے۔^(۳) آگ کا دریا نہ صرف قرۃ العین حیدر کا بہترین ناول ہے بلکہ نقادوں کی نگاہ میں اردو کا بھی بہترین ناول قرار دیا گیا ہے۔ اس ناول میں مصنفہ نے جس طرح ڈھائی ہزار سالہ تاریخ کو منظم کر کے پیش کیا ہے اس کی مثال اردو فکشن میں ملنی مشکل ہے۔ تاریخی پس منظر کے ساتھ فکشن کا تخیل جس قدر آسان لگتا ہے اسی قدر مشکل ہوتا ہے۔ اور اس مشکل کو قرۃ العین حیدر نے مزید مشکل بنا دیا آگ کا دریا جیسا ضخیم اور تاریخی سوانحی مواد سے لبریز ناول لکھ کر۔

قوموں کے عروج و زوال کی جو داستان قرۃ العین حیدر نے آگ کا دریا میں تاریخیت کے پس منظر کے ساتھ بیان کی اس کی مثال ان کے دوسروں ناولوں میں کم ملتی ہے۔ لیکن فنی نقطہ نظر اور معیار کے مطابق ان کے دیگر ناول بھی کسی نہ کسی ضمن میں تاریخی پس منظر کو بیان کرتے ہیں۔ اُن میں سرفہرست ناول ”آخرِ شب کے ہم سفر“ ہے۔ یہ ناول بھی ایک ایسی تہذیب و تمدن کے بکھرنے کی داستان ہے جس کے اثرات آج بھی بہت سے خاندانوں کو متاثر کیے ہوئے ہیں۔

۱۹۷۹ء میں شائع ہونے والا قرۃ العین حیدر کا ناول ”آخرِ شب کے ہم سفر“ کی عبقی زمین بنگال ہے۔^(۴) اس ناول

کا عنوان قرۃ العین حیدر نے فیض احمد فیض کے اس شعر سے مستعار لیا ہے:

آخرِ شب کے ہم سفر فیض نہ جانے کیا ہوئے
رہ گئی کس جگہ صبا، صبح کدھر نکل گئی

اس شعر کے مفہوم میں ہی پورے ناول کی کہانی کا خاکہ مقید ہے۔ ناول میں ۴۶ ابواب شامل ہیں جو ۳۶۰ صفحات پر مشتمل ہیں۔^(۵) ابواب کے عنوانات، ترتیب ماجرا اور تشکیل ہیئت میں بنگال کی فضا کا طلسماتی عنصر پیش کرتے ہیں۔ ناول کی کہانی قریباً ۱۹۳۹ء کے آس پاس شروع ہو کر ۱۹۷۱ء تک کے واقعات کو تاریخی تسلسل کے ساتھ پیش کرتی ہے یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس ناول کی کہانی تقریباً ۵۰ برس کے واقعات کا احاطہ کرتی ہے جو غیر منقسم ہندوستان کی تہذیبی، سیاسی اور سماجی قدروں کی مشترکہ داستان بیان کرتی ہے۔ اس داستان میں انھوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے ساتھ

”آخرِ شب کے ہم سفر“: لفظیات کا سماجی و لسانی مطالعہ

عیسائیوں کو بھی اُس مشترکہ تہذیب کا حصہ دار تصور کیا ہے جو مغربی اور ہندوستانی تہذیب کے اشتراک سے وجود میں آئی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی خطہ بنگال میں پنپنے والی بائیں بازو کی تحریک کو بھی آغا ز ناول میں بنیادی اہمیت دی گئی ہے اس تحریک کی سرگرمیاں ناول کے کرداروں کی ذہنی وابستگی اور ان کی شخصیتی پہلوؤں کو اُجاگر کرنے میں بھی معاون ثابت ہوئی ہے۔ لیکن جیسے جیسے ابواب پڑھتے جاتے ہیں اس تحریک سے وابستہ واقعات کا بیان کم ہوتا جاتا ہے اور تحریک کے زور کے ساتھ اس میں شامل کرداروں کی بھی ذہنی وابستگی ختم ہوتی جاتی ہے۔^(۱) ۱۹۳۷ء کے بعد کے واقعات میں تو اس تحریک کا وجود ناول میں کہیں دکھائی ہی نہیں دیتا بلکہ انسانی جذباتی اور نفسیاتی کشش کا ایسا سلسلہ اس ناول کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ جس میں ہر شخص کی ذات دو ہرے معیارات کے ساتھ زندگی گزارتی ہے۔ اور یہ بات درست ثابت ہوتی ہے کہ انسانی سوچ و فکر کے ساتھ کرداروں کے ذریعے جہاں اس ناول میں انقلابی آدرشوں کے انحطاط اور زوال کو پیش کیا گیا ہے۔ وہیں انسانی جذبات و نفسیات کے انحطاط و زوال کو بھی پیش کیا گیا ہے۔ قرۃ العین حیدر کا یہ ناول آخر شب کے ہمسفر اپنے متنوع موضوعات تاریخ، سیاست، معاشرت، نظریات، انقلابات، رومانیت کے وسیع تناظر میں مواد فن کا ایک کامیاب نمونہ ہے۔ اس ناول کی کامیابی کی وجہ مذکورہ بالا عناصر کے علاوہ اس کی تکنیک، ارتقاء قصہ اور تسلسل بیان کی یک سوئی بھی ہے۔ واقعات کے بیان میں قرۃ العین حیدر نے کسی بھی سیاسی، نظریاتی اور مذہبی تعصب کے بغیر (جو کہ ان کی خاصیت ہے) تاریخ کو ایک تخلیقی تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ناول کے کردار واقعات آگ کا دریا کی نسبت زیادہ حقیقی، زندہ اور متحرک ہیں۔ ان واقعات اور کرداروں کی ذہنی کیفیات کی ترجمانی کے لیے جب وہ پس منظر کو بیان کرتی ہیں تو مظاہر و اشیاء کی ایسی مصورانہ منظر کشی کرتی جاتی ہیں کہ قاری اس تخیلاتی منظر میں مصنفہ کے ساتھ خود کو سفر کرتا محسوس کرتا ہے جو کہ حقیقت کے بے حد قریب ہوتا ہے۔ پس منظر کا نام دینے والے مظاہر اور اشیاء کو انیس الرحمان کردار کی صورت قصے کا حصہ تصور کرتے ہیں جو کہ بہت حد تک درست ہے ان کے بقول:

(۷) پس منظر بھی پیش منظر کی ایک جہت ہے۔

قرۃ العین حیدر نے بھی اس ناول میں جس طرح سرزمین بگال کی مرقع نگاری کی ہے اس منظر کشی نے ایک جیتے جاگتے بگال کا تصور لفظوں میں محفوظ کر دیا ہے۔ آخر شب کے ہم سفر کی منظر کشی کے بارے میں پروفیسر عبدالغنی نے بڑا جاندار تبصرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”مصنفہ نے لفظوں میں مصوری کی ہے اور اپنی لکیریں اور رنگ بڑے فکری انداز میں

ملائے ہیں۔ ہم ہر نقش کو گویا اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہیں۔۔۔۔۔ بنگال کی

فضا اور ماحول سے اس کی واقفیت کی حد یہ ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بنگال کے فن کاروں

کا سونار بنگلہ ایک اردو ناول نگار کے موقلم سے ابھرتا دکھائی دیتا ہے۔“^(۸)

اس ناول کی تکنیک کسی حد تک سادہ اور عام فہم ہے۔ ناول کے پلاٹ کی ترتیب میں خود کلامی، خطوط اور ڈائری کی تکنیک کے ساتھ جدید اور روایتی بیانیہ تکنیک مل کر واقعات میں ایک داخلی ربط اور ہم آہنگی پیدا کرتی ہے۔ ان کے گزشتہ ناول ”آگ کا دریا“ کی طرح اس ناول میں بھی وقت کو ہی موضوع بنایا گیا ہے۔ قرۃ العین حیدر کے دیگر ناولوں کی طرح اس ناول میں بھی کرداروں کی تعداد خاصی زیادہ ہے ان میں متعدد تو باغی اور انقلابی ہیں لہذا ان کی شخصیت بڑی پُر اثر اور نمایاں ہے۔ ان کرداروں میں ریحان الدین احمد اور دیپالی سرکار کے کردار مرکزی نوعیت کے اور اومارائے، روزی بینرجی، جہاں آرا، یاسمین اور نجم السحر کے کردار اہم ہونے کے باوجود ثانوی نوعیت کے حامل ہیں۔^(۹) آخر شب کے ہم سفر میں ریحان الدین احمد کے سوا کسی مرد کا کوئی بڑا کردار نہیں ویسے قابل ذکر کرداروں میں نواب قمر الزماں چودھری، پادری بینرجی اور ڈاکٹر سرکار اپنی مخصوص سیرتوں اور شخصیتوں کی بدولت اپنے حلقے اور طبقوں کی نمائندگی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ناول کے مرکزی کردار ریحان اور دیپالی زندہ، حقیقی زندگی کے ترجمان نظر آتے ہیں جو بدلتے ہوئے حالات سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں۔ ان دونوں کا قصہ اپنے اندر سیاست، محبت، انقلاب اور عشق کے دلچسپ اور فکر انگیز انداز لیے ہوئے ہیں۔ مجموعی اعتبار سے اس ناول کے کردار قرۃ العین حیدر کے پہلے تین ناولوں کے مقابلے میں نسبتاً حقیقت نگاری کے زیادہ قریب ہیں۔ خاص طور پر ناول میں مکالموں کے ذریعے کرداروں کی شخصیت پوری طرح جھلکتی ہے۔ قرۃ العین حیدر کی یہ خوبی ہے کہ وہ زبان و بیان کا ایسا انداز اختیار کرتی ہیں کہ ان کے الفاظ کرداروں کے طبقاتی پس منظر اور ان کی ذہنی سطح کے مطابق ہوتے ہیں۔ ان کی زبان زیادہ تر راست انداز کی ہے۔ ان ناول کی نثر میں جہاں جہاں تخلیقی انداز نمایاں ہے وہاں وہاں فکر کی آمیزش بھی دکھائی دیتی ہے جس کے نتیجے میں ان کے اسلوب میں ایک پختگی ملتی ہے۔^(۱۰) المختصر اُس ناول کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ آخر شب کے ہم سفر میں تاریخی، سیاسی، معاشی، نظریاتی و انقلابی اور رومانی عناصر ہم آمیز ہو کہ ایک ایسے قصے کی ترتیب کا سامان کرتے ہیں جو معلومات سے پر، افکار سے مملو اور جذبات سے لبریز ہے۔ اس میں قدرت کے حسن کے ساتھ ساتھ دل انسان کا حسن بھی ہے کہیں لطافت، کہیں صلابت، ایک طرف نور و نغمہ ہے، دوسری طرف جنگ و جدال۔ اسی لیے یہ ناول مختلف مذاق کے قارئین کو مختلف سطحوں پر متاثر کرتا ہے۔^(۱۱)

لفظیات

آساڑھ/آشاڑھ (اصغر): بکری (ہندی تقویم) کا تیسرا مہینا جو برسات کا پہلا مہینا ہوتا ہے جو نصف جون سے نصف جولائی تک رہتا ہے۔^(۱۲)

سہانی، ابراہم آلود۔ آشاڑھ کی صبح دور تک پھیل گئی۔ (ص۔ ۱۴)

اڈا (بورڈ): ہم مشرب یا ہم جنس اشخاص کے جمع ہونے یا اپنے مشاغل میں سرگرم رہنے کا مرکز، کسی خاص کام کے سرانجام دیے جانے کی مرکزی جگہ۔

”آخر شب کے ہم سفر“: لفظیات کا سماجی و لسانی مطالعہ

- (ص-۱۵۳) میٹنگ کے بعد آپ جانے حسب معمول اڈا شروع ہو گیا۔
- اساطیری (بورڈ): اساطیر سے منسوب۔ دیو مالائی یا روایاتی
- ان کے فلسفی اپنی ”روحانیت“ اور ”اساطیری علامات“ کے متعلق ہمیں کیا سمجھائیں گے۔ (ص-۱۹۶)
- اکھنڈر: لفظ اکھنڈر کا ایک متبادل املا اور تلفظ^(۱۳)
- اکھنڈروں کے دھندلکوں میں الم کے مغنی پکارتے ہیں۔ (ص-۳۱۷)
- اگ یا بیتال (بورڈ): بھوت پریت، آسیب، چھلاوا قدموں کی تال کے ساتھ گاتے اگیا بیتال کہاروں نے پاکلی لا کر گھاس پر پٹخ دی۔ (ص-۱۴۷)
- انگشتری (بورڈ): انگوٹھی
- بانیں ہاتھ میں بڑے سے زمرہ کی وہی انگشتری۔ (ص-۳۵۴)
- اگھبران: بکرمی تقویم کے مطابق اگن کا مہینا^(۱۴)
- اگھبران مہینے میں دھان تیار ہو گیا۔ (ص-۱۵۰)
- ایسراج: ایک آلہ موسیقی^(۱۵)
- دیوار کے سہارے ایک ایسراج بھی موجود ہے۔ (ص-۵)
- ایکھ (بورڈ): گنا، اوکھ
- ایکھ پک گئی۔ (ص-۱۵۰)
- اوجھا (علمی): نجومی، جادوگر، ساحر، جھاڑ پھونک کرنے والا۔
- اوجھوں کا کاروبار چمکا۔ (ص-۱۵۳)
- بال شو یک (بورڈ): انقلاب پسند، انتہا پسند اشتراکی، (Bolshevism) بالشوزم پر یقین رکھنے والا، اشتمالیت کے مسلک کا ماننے والا۔
- اس قدر مفسدانہ، بالشویک خیالات ان انقلابیوں کے خصوصاً دیش چندر سرکار کے تھے۔ (ص-۱۹۲)
- بالوچر (بورڈ): ایک قسم کا ریشمی کپڑا جو مرشد آباد (بنگال) کے مقام بالوچر میں بنا جاتا ہے۔
- اس صندوق میں بنارس اور بالوچر بوٹے دارساریاں اور دوسرا قیمتی سامان مقفل تھا۔ (ص-۸)
- باشا: ایک خاص قسم کے درخت کی چھال^(۱۶)
- باشا کی دیوار کے ادھر مجھے اپنی پریشانی کے باوجود بے اختیار ہنسی آ گئی۔ (ص-۲۲۹)
- پچتسمہ (بورڈ): عیسائی مذہب اختیار کرنا۔

- سر جو کمار چکر برتی۔ اونچی ذات کا برہمن۔ خود اپنی درخواست پر لندن میں پتسمہ حاصل کیا۔ (ص۔ ۴۳)
- بھدر (بورڈ): وہ آدمی جو ماتم میں چہار ابرو کا صفایا کر دے، منحوس ساعت، نامبارک۔^(۱۷)
- مجھے مڈل کلاس ہندو بنگالیوں کے خیالات کا اچھی طرح اندازہ ہے۔ بھدرالوگ (ص۔ ۲۲۳)
- بھدیسل (بورڈ): بد شکل، بدنما، گنوار، بھدرا۔
- رئیس اعظم اپنے بھدیسل صاحبزادے کے لیے تیلے بیٹھے تھے۔ (ص۔ ۲۳۴)
- بندر کی (بورڈ): چھوٹی چھوٹی بوندیں، چھوٹے چھوٹے نقطے۔
- سر پر سرخ بندکیوں والا بندانا باندھے اسکرٹ میں ملبوس ایک ایسٹ انڈین عورت نالے کے کنارے کپڑے دھو رہی تھی۔ (ص۔ ۲۳۲)
- بورڈوا/ بورجوا (بورڈ): شہری متوسط طبقہ، عوامی اور سوقیانہ خیالات رکھنے والا شخص۔
- یہ میری بورڈوارو مانیت ہے میں کسی ناول کی ہیروئن کی متوقع کی تھی۔ (ص۔ ۲۵)
- بگل (تلفظ): مولسری کا درخت۔
- بوئی شاک میں شفا لی مہکی اور مادھی اور بگل۔ (ص۔ ۱۵۲)
- بوئی شاک: بیساکھ (بکری سال کا پہلا مہینا جو تقریباً وسط اپریل سے شروع ہوتا ہے)۔^(۱۸)
- بوئی شاک میں شفا لی مہکی اور مادھی اور بگل۔ (ص۔ ۱۵۲)
- بنسلی: بنسواڑی، بانس کے درختوں کا جھنڈ۔
- سامنے سبزی باڑی ہے۔ اور گھنی سرسبز بنسلی۔ (ص۔ ۲۳۷)
- بھیرنی: ہیروئن، ڈرامائی نسائی کردار^(۱۹)
- تم تو بالکل کسی بھیرنی کی ایسی ہونق معلوم ہو رہی ہو۔ (ص۔ ۱۴۸)
- بیہڑ (تلفظ): ناہموار زمین جو اونچی نیچی ہو، جنگل چراگاہ۔
- جب بولپور کا یہ سنسان بیہڑ راستے میں پڑا۔ (ص۔ ۶۷)
- بے بضاعت (بورڈ): بے حیثیت۔
- میں اڑتا ٹوٹا پر۔ یا چیونٹی یا کچھوے کی طرح بے بضاعت جاندار ہوں۔ (ص۔ ۳۲۰)
- پاٹ (بورڈ): ایک پودا جس کے ریشوں سے بوریاں بنتی ہیں۔
- پاٹ کی نئی فصل بوئی جا رہی ہے۔ (ص۔ ۱۵۲)
- پانیئر/ پائیونیر (بورڈ): (pioneer) راہ نما، آگے چلنے والا۔

”آخر شب کے ہم سفر“: لفظیات کا سماجی و لسانی مطالعہ

ہماری ان پائیر خواتین کا جن میں اوما بھی شامل ہے، کیا انجام ہوگا۔ (ص-۱۷)

پُرال (بورڈ): بھوسا، دھان کا بھونس جسے اکثر غریب غرباء یا دیہات کے لوگ جاڑے میں بچھا کر سوتے ہیں۔

پردیسی مسافر گاؤں والوں سے پرال اور بھوسہ مانگ رہے تھے۔ (ص-۱۵۱)

پُشپ انجلی (بورڈ): ایک قسم کا پھول جو زردی مائل سفید رنگ کا ہوتا ہے۔

مالی کی لڑکیاں باغ میں پُشپ انجلی کے پھول چنتی ہیں۔ (ص-۱۵۱)

پلاش (بورڈ): ڈھاک کا درخت، ایک درخت جس پر لاکھ کے کیڑے پرورش پاتے ہیں۔

اب جنگلوں میں پلاش کے پتے جھڑ رہے ہیں۔ (ص-۱۵۱)

پلپلی صاحب (تلفظ): انگریزی کپڑوں میں ڈھیلا ڈھالا دیسی آدمی یا کرٹا۔

ہندو اور مسلمان، دیسی عیسائیوں کو کالٹین، چمپیشین اور پلپلی صاحب کہہ کر خوش ہو لیتے تھے۔ (ص-۴۶)

پن کھڑی (بورڈ): جل مرغی، ایک قسم کی مرغی جو جھیل میں ہوتی ہے۔

نرسلوں میں چمکنے والے پرندے اور پن کھڑیاں اداس ہوئیں۔ (ص-۱۵۰)

پوکھر (بورڈ): جو ہڑ، تالاب یا دریا کے کنارے ایسا گڑھا جو پانی کے چڑھاؤ سے بڑھ جائے۔

جوئی شٹو کی دھوپ میں تال اور پوکھر سوکھنے لگے۔ (ص-۱۵۲)

پھاگن (بورڈ): ہندی تقویم کا گیارھواں اور موسم سرما کا (ماگھ کے بعد) دوسرا مہینا جس کے نصف میں ہولی منائی جاتی ہے۔ اس مہینے میں آغاز بہار کے آثار نظر آتے ہیں۔ (۲۰)

پھاگن میں بانس کے ہرے بھرے جھنڈوں میں سے گزرتی شہد کی مکھیوں کو جلو میں لیے بہار آن پہنچی۔

(ص-۱۵۱)

پچوان (نور): ایک قسم کا فرشی حقہ جس کی نئے ملائم اور کافی لمبی ہوتی ہے تاکہ دور تک بیٹھنے والے افراد تک پہنچ سکے اس کا نیچا لوہے یا جست کی تار لپیٹ کر بناتے ہیں اور اسے پیچ درد پیچ کر کے رکھتے ہیں۔

اس کے آنچل میں مرشد آباد کے نواب پچوان نوش کر رہے ہیں۔ (ص-۸)

تال (نور): تالاب

جوئی شٹو کی دھوپ میں تال اور پوکھر سوکھنے لگے۔ (ص-۱۵۲)

تپ (نور): ریاضت، مختلف حالتوں کو برداشت کرنے والا۔

قوم کو مایا جال سے نکالنے کے لیے تپ کرنے والا مٹھ دھاری گوسائیں تو میری شوکتی ہے۔ (ص-۱۴۶)

تُرپ چال (بورڈ): تاش کا ایک کھیل، مجازاً بہت سوچی ہوئی تدبیر۔

اور تب ان کی بیوی نے تپ چال چلی۔ (ص۔ ۲۶۷)

تَنَزُّر (بورڈ): تنز شاستر کا جاننے والا، جادو ٹونا کرنے والا۔

ڈانس پر تنزک عملیات کا عود سلگ رہا تھا۔ (ص۔ ۱۴۳)

تھیکا (نور): سبزہ۔

کنجوں میں جو تھیکا کھلی ہے۔ (ص۔ ۱۳۷)

تپشوری ساری: ایک خاص قسم کی ساڑھی جو بگلہ خواتین میں مقبول ہے۔

میں تمھارے لیے سیندور کی ڈبیا اور تپشوری ساری لاؤں گا۔ (ص۔ ۲۴۷)

تاڑی پینا (علی): تاڑ کا نشہ آور رس۔^(۲۱)

جنگلوں کے آدمی داسی کانن درگا کی پوجا کے لیے درختوں کی جڑوں میں خون چھڑک کر بلوا کے پیالوں میں تاڑی پی رہے ہیں۔ (ص۔ ۱۵۳)

جُغادری (بورڈ): بڑے جسم یا مرتبے والا، رعب دار۔

بالکل پرانے فیشن کے، کار چوٹی چونہ پہنے ہوئے جغادری زمیندار۔ (ص۔ ۲۳۱)

جوئی شٹو: جیٹھ کا مہینا جو بکری سال کی مناسبت سے وسط مئی سے وسط جون تک محیط ہوتا ہے۔^(۲۲)

جوئی شٹو کی دھوپ میں تال اور پوکھر سوکھنے لگے۔ (ص۔ ۱۵۲)

جھجر (تلفظ): بڑی صراحی، مٹی کا صراحی نما ظرف۔

جھجر جھجر کرتی وہ گھاٹ پر آ کر اپنا رنگین گھڑا پانی میں ڈبو دیتی ہے۔ (ص۔ ۱۵۲)

چریشین (تلفظ): (حقارتاً) مقامی عیسائیوں کو دیا گیا لقب، دیسی عیسائی (بطور بھبتی)

ہندو اور مسلمان، دیسی عیسائیوں کو کالٹین، چریشین اور پلپلی صاحب کہہ کر خوش ہو لیتے تھے۔ (ص۔ ۴۶)

چُونکھا (بورڈ): چار منہ کا۔

انجم آراء اور اطلسی دلائی پھیلائے اس پر گوٹے کا چوکھا جال بنانے میں مصروف تھی۔ (ص۔ ۱۲۷)

چَیتر و: بکری تقویم میں پھاگن اور بیساکھ کے مہینے کے درمیان کا مہینا جو مارچ، اپریل میں پڑتا ہے، یعنی بہار کا مہینا^(۲۳)

چیترو کے شہد ایسے مہینے پلاش پھولوں سے لد گئے۔ (ص۔ ۱۵۲)

دڑھیل (بورڈ): (حقارتاً) بڑی ڈاڑھی والا۔

جہاں آراء کا تو کسی دڑھیل مولوی سے بیاہ ہوگا۔ (ص۔ ۱۴)

”آخر شب کے ہم سفر“: لفظیات کا سماجی و لسانی مطالعہ

دُفتی (تلفظ): موٹا اور سخت کاغذ جو بالعموم کتاب کی جلد بنانے کے کام آتا ہے۔^(۲۴)
 روشن دانوں اور کھڑکیوں میں کئی جگہ پر شیشوں کی جگہ ٹین کے کنستریٹ کے ٹکڑے اور دفتیاں لگی ہیں۔ (ص ۵)
 دُلائی (تلفظ): ہلکی رضائی، دوہری چادر۔
 انجم آراء اور اطلسی دلائی پھلائے اس پر گوٹے کا چوکھا جال بنانے میں مصروف تھی۔ (ص ۱۲۷)
 دَوکیلا (آصفیہ): وہ شخص جو تنہا نہ ہو اس کے ساتھ دوسرا بھی ہو، مجازاً شادی شدہ۔
 آپ بھی کھا لیجئے۔ جلدی سے دو کیلے ہو جائیں گے۔ (ص ۲۶۹)
 دونا (تلفظ): پتوں سے بنایا ہوا پیالہ جس میں دکاندار پھول، مٹھائی، دہی وغیرہ رکھ کر دیتے ہیں۔
 قریب ہی ایک گائے گھاس پر بکھرے چاٹ کے خالی دونوں پر منہ مارنے میں مصروف تھی۔ (ص ۱۴)
 دھان (نور): چاولوں کا پودا، چھلکوں سمیت چاول۔
 دھان کے پودوں کی آواز سنو جو ہرے سنائے میں آہستہ آہستہ بڑ رہے ہیں۔ (ص ۱۴۰)
 ڈار (نور): جانوروں کا جھنڈ یا قطار۔
 دور سے رنگین گل دار ہرنوں کی ایک ڈار چوکڑیاں بھرتی گزر رہی تھی۔ (ص ۹۹)
 ڈالی (تلفظ): پھول یا میوہ کی ٹوکری جو امیروں یا حکام کی نذر کرتے ہیں۔
 دوسری صبح بڑا دن تھا سویرے ہی سے سامنے کا برآمدہ ڈالیوں سے بھر گیا۔ (ص ۶۴)
 ڈونگا/ڈونگیا (بورڈ): چھوٹی کشتی، چھوٹی سی ناؤ۔
 ہر طرف ڈونگیاں چل رہی ہیں۔ (ص ۱۵۰)
 ساگوان (تلفظ): ایک درخت جس کی لکڑی عمارتی کاموں اور فرنیچر میں کام آتی ہے۔ جو بہت صاف اور مضبوط ہوتی ہے۔

اس وقت ارجمند منزل پر یکلفت ایسی خاموشی چھا گئی، جیسے ساگوان کے جھر مٹ میں چھپے کسی جادوگر نے چپکے سے کوئی منتر پھونک دیا ہو۔ (ص ۲۳۸)

الگنی: بن کی باریک رسی (ڈوری) جس پر کپڑے ڈالے جاتے ہیں۔
 کمرے کے دوسرے کونے میں تلی کی الگنی پر بغیر کنی کے چند سفید ساریاں پڑی ہیں۔ (ص ۶)
 سیٹیل پاٹی (علمی): ایک خاص قسم کی نرم چٹائی جو سیٹیل گھاس سے بنائی جاتی ہے۔
 چوکی کے سامنے سیٹیل پاٹی بچھی ہے۔ (ص ۶)
 سَٹپہ (تلفظ): ایک خاص قسم کا دیوتا، پارسا، سچا، مخلص۔

”آخر شب کے ہم سفر“: لفظیات کا سماجی و لسانی مطالعہ

آدھی رات کا جنگل جہاں ستیہ پرندوں کی آواز میں چہکا اور محبت ستاؤں میں جھلملائی۔ (ص-۳۵۳)
سچا لچکا (بورڈ): خالص، اصلی، ایک قسم کا پتلا گونا۔
روزی لئی کالج کے سینک روم میں بیٹھی مریم کی موتی کے لیے اس نیلی ساری پر سچا لچکا ٹانگ رہی تھی۔ (ص-۴۸)

سڑیلی: پاگل جھلی، بیوقوف، احمق۔ (۲۵)
کوئی سڑیلی سی لونڈ یا کسی اسکول میں پڑھ رہی ہے۔ (ص-۱۰۲)
سادھ (بورڈ): جوگیوں، سنیا سیوں یا راجاؤں کے دفن ہونے کی جگہ، خاکستر۔
بے چاری سستی ساوتریوں کی سادھیوں کے گول، نیچے لرزہ خیز گنبد بارش میں بھیکتے ہیں۔ (ص-۱۳۷)
سمفنی (بورڈ): (symphony) سازوں کا میل، ترانہ۔ (۲۶)
مکان گھاس اور درختوں اور ہواؤں اور چاندنی رات کی سمفنی سنتے سنتے آرام سے سو جائیں گے۔ (ص-۲۲)
سکنتی (بورڈ): ناک صاف کرنا۔
اس نے جلدی جلدی آنسو پونچھ کر ناک سکنتے اور بال سمیٹتے ہوئے آہستہ سے جواب دیا۔ (ص-۱۴۸)
سیند لگانا (بورڈ): نقب زنی کرنا، چوری کرنا۔
سیند لگانے والی اس گھر کی انیس سالہ بیٹی دیپالی تھی۔ (ص-۷)
سینکل (تلفظ): ایک بڑا درخت جس سے ایک قسم کی روئی نکلتی ہے۔
تالاب کے کنارے سیمل کے نیچے کئی لڑکیاں ایک تخت پر جمع سلائی میں مصروف تھیں۔ (ص-۱۲۷)
ساری گان: ساری گان لوک گیت کی ایک قسم جو مشرقی بنگال میں گایا جاتا ہے بھنیالی اور چٹکا کے برعکس یہ سرخوشی اور انبساط کا نغمہ ہے جو جوش و خروش کا گیت ہے۔ (۲۷)
دریاؤں پر کشتی رانی کے مقابلے شروع ہوئے ساری گان کے جو شیلے سر آبی راستوں پر پھیل گئے۔ (ص-۱۵۱)
سوڑنی (تلفظ): ایک قسم کا دوہرا یا روئی بھرا کپڑا جس پر سوئی کا کام کیا گیا ہو۔
لڑکیاں چراغ کی روشنی میں سوزنیاں کاڑھنے میں مصروف ہیں۔ (ص-۱۵۱)
شہینی (بورڈ): ایک قسم کی گاڑی جسے نیل کھینچتے ہیں۔
غریب باراتی ٹکستی چھتریاں لگائے گانے بجاتے شہیانوں میں لدے ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں جا رہے تھے۔ (ص-۱۳۷)

شیشر (آصفیہ): ہندی فصلی موسموں میں سے ”ششرا“ کا مقامی تلفظ ہے جو کہ ماگھ اور پھاگن کے مہینوں پر

”آخر شب کے ہم سفر“: لفظیات کا سماجی و لسانی مطالعہ

مشتعل ہوتا ہے یعنی (جنوری اور فروری) (۲۸)

شیشہ کی خنک چاند کے نیچے پہاڑی راستوں پر اور کڈ کھلے سرسوتی پوجا کے لیے مورتیاں گھڑ کر دھوپ میں سکھائی جا

چکیں۔ (ص۔ ۱۵۱)

عُقُوبَت (علمی): عذاب، تکلیف، مصیبت۔

اس لمحے میری عقوبتوں میں اضافہ ہو گیا۔ (ص۔ ۱۸)

عیوضی/عیوضاء (تلفظ): کسی جگہ پر عارضی تقرر، بدلے کی چیز۔

جاؤ۔ مگر عیوضی کا انتظام پہلے کرنا مانگتا۔ (ص۔ ۶۰)

غازی گان: غازی گان ایک راگنی کا نام جس کی کئی قسمیں ہوتی ہیں اور سب سُر لگتے ہیں۔ (۲۹)

الاؤ کے گرد غازی گان کی محفل جی۔ (ص۔ ۱۵۱)

فِسطائیت (بورڈ): سرمایہ داروں کی جارحانہ آمریت۔

روسی افواج اور یورپ کے عوامی محاذ والوں کی سرفروشی کے بغیر فسطائیت کو ہرایا جاسکتا تھا؟ (ص۔ ۳۴۴)

فقطا: مفلس، کنگال۔ (۳۰)

جاؤ تم باہر جا کر اپنے فقط مریضوں کا ٹمپر پیچ لیتے رہو۔ (ص۔ ۲۵۷)

فیضا: (Feast) ضیافت، پُر تکلف کھانا۔

ہنومان جی کے مندروں میں پوجا کے بعد لوگ باگ چوراہوں پر آکر فیضا کرتے ہیں۔ (ص۔ ۲۹۳)

کار چوبی چوند (تلفظ): کشیدہ کاری کیا ہوا جُبہ، لبادہ۔

بالکل پرانے فیشن کے، کار چوبی چوند پہنے ہوئے جغادری زمیندار۔ (ص۔ ۲۳۱)

کالٹین (بورڈ): نہایت کالا، جھٹی، (حقارتاً مقامی عیسائیوں کو دیا گیا لقب)

ہندو اور مسلمان دیسی عیسائیوں کو کالٹین، چریشین اور پلپلی صاحب کہہ کر خوش ہو لیتے۔ (ص۔ ۴۶)

گبی (بورڈ): غفلت مند آدمی۔

گاؤں کے کبی نے کہا۔ (ص۔ ۱۵۰)

کپالی (بورڈ): کھوپڑیوں کو بطور ہار پہنے والا، جوگی۔

ڈراؤنی چھاؤں میں کپالی بیٹھے ہیں۔ (ص۔ ۱۴۳)

کپا لک (بورڈ): جوگی، فقیر۔ (۳۱)

وقت کا کپا لک کھوپڑیوں کی مالا پہنے۔ عصا میں گھنٹیاں اور جھنڈیاں لگائے آگے آگے چل رہا ہے۔ (ص۔ ۳۵۶)

”آخر شب کے ہم سفر“: لفظیات کا سماجی و لسانی مطالعہ

- کٹنی (علمی): عورتوں کو ورغلائے والی عورت، عیار۔
- ورنہ کنئیاں اور مشاطائیں اور مخالف زمینداروں کے حالی موالی رشتہ تڑواتے ہیں۔ (ص۔ ۲۳۴)
- کرؤک (بورڈ): چالاک۔ (۳۲)
- ارے آپ کی اصلیت تو مجھے اب معلوم ہوئی بچہ جی کروک۔ (ص۔ ۱۴۵)
- کرگا (بورڈ): کپڑا بننے کی جگہ، اڈا یا کارخانہ، کھڈی۔
- جیسے ابھی ابھی نوابی کے مرشد آباد کے کرگھوں سے اتری ہو۔ (ص۔ ۸)
- کساد بازاری: بازار میں خرید و فروخت کا نہ ہونا، مندا ہونا۔
- جب ملک میں قحط پڑتا تھا اور کساد بازاری چھاتی تھی۔ (ص۔ ۵۲)
- کلیشے: (Cliche) فرسودہ یا گھسا پٹا جملہ یا فقرہ، پامال۔
- یہ جملہ بھی ڈیئرڈائری ایک کلیشے بن چکا ہے۔ (ص۔ ۳۱۶)
- گنج (بورڈ): گوشہ، کنار، کونہ۔
- کنجوں میں جو تھیکہ کھلی ہے۔ (ص۔ ۱۳۷)
- کھڑاؤں (بورڈ): بکٹری کی جوتی۔
- ایک کنارے پر کھڑاؤں کی جوڑی رکھی ہے۔ (ص۔ ۶)
- کیتکی (علمی): کیوڑے کی چھوٹی قسم جس کا پھول زرد نہایت خوشبودار ہوتا ہے۔ جسے ہندو شاعر بھونرے کا معشوق خیال کرتے ہیں۔
- یاسمین تم کیتکی کا پھول تھیں۔ (ص۔ ۳۴۵)
- کھیسیں (بورڈ): دانت نکال کر ہنسنا۔
- غفورہ بیرہ روزی مس صاحب کو پہچانتا تھا۔ اس نے باہر آ کر کھیسیں نکال دیں۔ (ص۔ ۶۰)
- کھیت رہنا (علمی): لڑائی میں مارا جانا، کام آنا۔
- ہزاروں لاکھوں کرسٹوفر اور رچرڈ بارلوان معرکوں میں کھیت رہے۔ (ص۔ ۱۸۵)
- گپھا (بورڈ): غار، کھوہ، چھپنے کی جگہ۔
- ہم گپھاؤں اور ٹیلیوں اور مقدس برگد کی جڑوں میں چھپے تھے ارے مندر ڈھونڈنے آئے ہیں۔ (ص۔ ۱۴۲)
- گورکھالی (بورڈ): افریقہ کا ایک بڑا درخت جس کا تنہا موٹا اور پتا بہت بڑا ہوتا ہے۔ اس کی لکڑی کمزور ہوتی ہے جس میں بہت جلد دیمک لگ جاتی ہے۔ اس کا پھل تڑی کی طرح اور پھول کنول جیسا ہوتا ہے۔ (۳۳)

”آخر شب کے ہم سفر“: لفظیات کا سماجی و لسانی مطالعہ

گورکھالی کی شاخیں زور زور سے سرسرا نے لگیں۔ (ص۔ ۱۴۲)

لونڈا رین (علمی): لڑکپن، سفلہ پن، چھچھورا پن۔ (۳۴)

ریحان تمھارا۔ لونڈا رین کب جائے گا۔ (ص۔ ۲۲۳)

ماگھ (بورڈ): بکرمی سال کا دسواں مہینا، وسط جنوری تا وسط فروری تک

(بکرمی وہ سن جو راجہ بکرم جیت سے منسوب ہے اور زیادہ تر ہندوں میں رائج ہے۔)

ماگھ کی طویل راتوں میں بندر سردی سے کانپ رہے ہیں۔ (ص۔ ۱۵۱)

مادھی / مادھوی (بورڈ): ایک قسم کی لمبی بیل جس کے پھول سفید اور خوشبودار ہوتے ہیں۔

بوئی شاک میں شیفا لی مہکی اور مادھی اور بکل۔ (ص۔ ۱۵۲)

مٹھ دھاری (علمی): جوگی، بیراگی۔

قوم کو مایا جال سے نکالنے کے لیے تپ کرنے والا مٹھ دھاری گوسائیں تو میری شوکتی ہے۔ (ص۔ ۱۴۶)

مچٹیا: بحث، جھڑپ، اختلاف کا مظاہرہ۔

انجم تو اس موقع کی تلاش میں تھی کہ ان سے مچٹیا کر سکے۔ (ص۔ ۲۷۱)

مدقوق (بورڈ): دق کا مریض۔

اسٹیشن کے باہر سائیکل رکشاؤں کا ہجوم۔ مدقوق رکشاوالے (ص۔ ۳۵۰)

مسکوٹ (علمی): صلاح مشورہ، خفیہ سازش۔

دروازہ بند کیے دونوں جنوں میں مسکوٹ ہو رہی ہے۔ (ص۔ ۲۴۰)

مقاطعہ (علمی): وہ عورت جو شادی کر دائے، وہ عورت جو عورتوں کو بناؤ سنگھار کرائے

ورنہ کٹنیاں اور مشاطائیں اور مخالف زمینداروں کے حالی موالی رشتہ تڑواتے ہیں۔ (ص۔ ۲۳۴)

معبود / معبدہ (علمی): عبادت گاہ، جائے پرستش۔

وہ یا تری تو مستقبل کے معبودوں کے سمت بڑھیں گے۔ (ص۔ ۳۵۳)

منھ جلی (بورڈ): کم بخت۔

جاؤ۔ بھاگو۔ منھ جلی چڑیلیں (ص۔ ۱۳)

موبیڈ / موبو پد (تلفظ): تائید کرنے والا، معاون، حمایتی۔

وہ بہت سادہ ذاتی نقصان برداشت کر کے صرف اس لیے پارٹیشن کے موبید ہوئے ہیں کہ یہ مسلمانوں کے لیے مفید ہے۔ (ص۔ ۱۱۶)

مُوا (تلفظ): فوت ہو گیا۔

ایک سچا نیٹو کر سچن، جو آج سے مدتوں قبل مُوا ایسے ان دیکھے اور بالواسطہ طریقے سے میرے خاندان کے یسوع تک پہنچنے کا وسیلہ بنا۔ (ص-۴۴)

مہاوٹ (تلفظ): وہ بارش جو ماگھ کے مہینے میں ہوتی ہے۔ (ماگھ-وسط جنوری تا وسط فروری) جاڑوں کی بارش۔
مہاوٹ ابھی برس کر کھلی ہے۔ (ص-۷)

نرسل (علمی): ایک قسم کا پودا جس کے درمیان میں سے سرکنڈے (کانا) کی شکل کی مگر بیج میں سے خالی اور سخت شاخ نکلتی ہے۔ اس سے حقوں کے نیچے اور پتوں سے چٹائیاں بنتی ہیں،/ بانس کی ایک پتلی قسم (تلفظ)
نرسلوں میں چمکنے والے پرند اور پن کڑیاں اداس ہونیں۔ (ص-۱۵۰)
کشتی: طشتی، خوان، ٹرالی۔

مالا نقری کشتی میں چائے لے کر حاضر ہوئی۔ (ص-۸۸)

نوکا (بورڈ): چھوٹی کشتی، چھوٹا جہاز، ناؤ

اس لڑکی کی زندگی اس نوکا کی ماند طوفان سے بے پروا دریا کے پر شور دھارے پر کسی نامعلوم ساحل کی طرف بہہ رہی ہے۔ (ص-۱۰۹)

ہماٹھا (تلفظ): ایرے غیرے، ہر طرح کے لوگ

بیرا ملاقاتیوں کی اوقات پہچان کر ہی بات کرتا تھا اور ہماٹھا کو اشاروں پر ٹرختا تھا۔ (ص-۲۵)

لسانی تجزیہ:

قرۃ العین حیدر کی افسانوی اور غیر افسانوی تصانیف پر آج تک بہت سے نقادوں اور محققوں نے لکھا سب نے ان کی تحریروں کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور سب سے زیادہ ان کے ناول ”آگ کا دریا“ پر پاک و ہند کے نقادوں نے بہت سے تبصرے کیے۔ لیکن لسانی نقطہ نظر سے کوئی اہم کام قرۃ العین حیدر کی افسانوی اور غیر افسانوی تصانیف پر ابھی تک منظر عام پر نہیں آیا۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ کسی بھی تخلیق کا اثر سب سے زیادہ نمایاں تب ہوتا ہے جب اس کی زبان اس کا اسلوب مصنف کے پیش کردہ خاکہ کا بھرپور ساتھ دے اگر زبان اور اسلوب غیر متوازن ہو تو بڑے سے بڑا فنی اظہار بھی بے وقعت ہو جاتا ہے۔ قرۃ العین حیدر کی تصانیف میں تہذیبی ماحول کی نمائندگی اور ایک عہد کی ترجمانی لسانی اظہار کی وجہ سے ہی ممکن ہوئی ہے۔ قرۃ العین حیدر کی تصانیف کے مکالمے صرف کرداروں کی شخصیت کے طبقاتی پس منظر اور ذہنی سطح کے مطابق ہی نہیں ہوتے بلکہ ایک پورے لسانی تحقیقی تجزیہ کے طور پر اس عہد کی مروج زبان اور تلفظ کی بھی نمائندگی کرتے ہیں۔ مثال

”آخر شب کے ہم سفر“: لفظیات کا سماجی و لسانی مطالعہ

کے طور پر جس طرح انھوں نے ”آگ کا دریا“ میں اودھ کا منظر نامہ پیش کیا تو اس کے لیے انھوں نے اودھ کے اس دور کی زبان کو ہی بنیاد بنایا۔ اور یہی خوبی ان کے دیگر افسانوی اور غیر افسانوی ادب میں بھی جھلکتی ہے جو قاری کو حقیقت کے قریب تر کر دیتی ہے۔ قرۃ العین حیدر نے اپنے سب ہی ناولوں میں راست اور اشاراتی دونوں طرح کی زبان استعمال کی ہے۔ لیکن ”آخر شب کے ہم سفر“ میں انھوں نے خالص بیانیہ انداز اپنایا۔^(۳۵) اور اس کے لیے زبان بھی ناول کی زمین سے ہی اخذ کی ہے۔ ”آخر شب کے ہم سفر“ کی ذیلی زمین بنگال کی ہے اور مشترکہ ہندوستان سے جڑے اس بنگال میں اردو زبان کا جو مقامی تلفظ رائج تھا اس کا اظہار ہی پورے ناول کی لسانی خوبی کو بیان کرتا ہے۔ مسلم اور ہندو گھرانوں کے ساتھ ساتھ مسیحی گھرانوں کے ایشیائی اور یورپی ماحول کو بیان کرتے ہوئے قرۃ العین حیدر نے لسانی اظہار کے مختلف پرائے اپناتے ہوئے ہر طبقے کا الگ الگ مقامی لب و لہجہ بھی نمایاں کیا ہے۔ جو کہ ناول میں تاریخت کے ساتھ حقیقت کا رنگ بھر دیتا ہے۔ اردو زبان جو پورے پاک و ہند میں مختلف ڈائلیکٹ (Dialect) کے ساتھ بولی جا رہی ہے مقامی لب و لہجہ کے ساتھ اس ناول میں بڑی خوب صورتی کے ساتھ برتی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ اس ناول کی لسانی اعتبار سے بھی ایک اہمیت ہے۔ اس میں بہت سے ایسے ذخیرہ الفاظ ہیں جن کا استعمال نئی پوت میں تقریباً متروک ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ ایسے نادر الفاظ بھی ہیں جو لسانی و لغوی اعتبار سے اپنے استعمال سے معنی بدل چکے ہیں۔ اس مختصر تحقیقی مقالے میں ان لفظیات کی فہرست تیار کی گئی ہے جو کہ نہ صرف اردو لغت میں اضافے کا باعث ہوگا بلکہ طالب علم بھی اس سے مستفید ہو سکیں گے۔

ناول کے بیسیویں باب ”ہرے بنگال کا آند کانن“،^(۳۶) میں قرۃ العین حیدر نے بنگال کی تہذیب، رنگ اور موسموں کے اثرات کو بڑی خوب صورتی سے مقامی انداز سے بیان کیا ہے۔ اس بیان میں انھوں نے سال بھر کے موسموں کی خوب صورتی اور اس کے انسانی زندگی پر اثرات کے ساتھ ہر موسم سے منسوب مقامی آبادی کی مصروفیات زندگی اور اس سے جڑے تہذیبی رنگ کو دل فریبی کے ساتھ ایک شاعر کی زبان سے پیش کیا ہے۔ یہ پورا باب ایک مکمل تہذیبی رنگ لیے ہوئے بنگال کی زندگی اور وہاں کے لوگوں کے روز و شب کی داستان پیش کرتا ہے۔ اس باب کی خاص بات یہ ہے کہ قرۃ العین حیدر نے اس باب میں مقامی الفاظ و تلفظ کو بڑی مہارت کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔ متن کو بغور پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ مہینوں کو ترتیب وار پیش کرتے ہوئے ہر مہینے کے مخصوص رنگ و بو اور مناظر کی پیش کش کے ساتھ ان مہینوں میں پیش آنے والے اہم رسم و رواج پر بھی روشنی ڈالتی رہی ہیں۔

متن کی مناسبت سے انھوں نے بنگالی (ہندی، پنجابی) مہینوں کو ترتیب کے ساتھ پیش کرتے ہوئے ہر مہینے کا تلفظ

مقامی لب و لہجے کی بنیاد پر متعین کیا ہے مثلاً اسوج کو ”پھراشین“ (وسط ستمبر، وسط اکتوبر)

کاتیک کو ”کارٹیک“ (وسط اکتوبر، وسط نومبر)

اگن کو ”اگھران“ (وسط نومبر، وسط دسمبر)

پوس	کو	”پوش“	(وسط دسمبر، وسط جنوری)
پھاگن	کو	”پھاگن“	(وسط فروری، وسط مارچ)
چیت	کو	”چیت“	(وسط مارچ، وسط اپریل)
ویساکھ	کو	”بوئی شک“	(وسط اپریل، وسط مئی)
جیٹھ	کو	”جوئی شٹو“	(وسط مئی، وسط جون)
آساڑھ	کو	”آشاڑھ“	(وسط جون، وسط جولائی)

جبکہ ساون کے مہینے کو ”ناگ پٹی“^(۳۷) کے تہوار کی مدد سے اجاگر کیا گیا ہے اور بھادوں کے مہینے کو سیلاب کی حشر سامانیوں کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ ماگھ کا مہینا جو پوس کے بعد آتا ہے اس کا مقامی تلفظ بھی ماگھ ہی درج کیا گیا ہے۔ ناول کے بیسویں باب ”ہرے بگال کا آندھ کائن“ میں مرشدی گان، غازی گان اور ساری گان جیسے مرکبات ملتے ہیں جن میں فارسی قواعد کے مطابق لفظ ”گان“ کا لاحقہ لگا کر جمع کا صیغہ ترتیب دیا گیا ہے۔ (فارسی میں گان بطور لاحقہ جمع کی صورت میں استعمال ہوتا ہے جیسے فارسی مصدر افتادن کا حاصل مصدر افتاد بنا جو اردو میں بطور اسم استعمال ہوتا ہے اور افتادگان صفت ذاتی کے طور پر افتادہ کی جمع کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اسی طرح باشندہ کی جمع باشندگان، آسودہ کی جمع آسودگان ہے) لیکن متن کی مناسبت سے یہاں گان کا لفظ ”گانے“ کے زمرے میں استعمال کیا گیا ہے اردو لغت بورڈ میں گان کے ایک معنی گانا کے بھی ہیں اس جملے:

”چوپال میں مرشدی گان کی محفلیں جمیں“^(۳۸) میں مرشدی گان سے مراد گانے کی ایک خاص قسم ہے۔

اسی طرح ”غازی گان“ میں بھی لفظ غازی بمعنی نٹ جس کے ایک معنی ایک راگ کے ہیں جس کی کئی قسمیں ہیں اور اس میں سب سر لگتے ہیں (فرہنگ تلفظ) کے استعمال ہوا ہے جملہ ملاحظہ ہو ”الاؤ کے گرد غازی گان کی مجلس جمی“^(۳۹) متن کی مناسبت سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ غازی گان کا مطلب کرتب دکھانے والے اور آلات موسیقی کے ساتھ مختلف سروں کی محفل سجانے والے ہیں۔

اسی طرح اس جملے ”ساری گان کے جوشیلے سر آبی راستوں پر پھیل گئے“^(۴۰) میں ساری لفظ سے مراد لوگ گیت کی ایسی قسم ہے جو مشرقی بگال میں گایا جاتا ہے بھنیالی (بگالی ملاحوں کا ایک گیت۔ علمی اردو لغت) اور چنکا (ہم آواز ہو کر گایا جانے والا ایک پرسوز فراق کا گیت۔ فرہنگ تلفظ) کے برعکس یہ سرخوشی اور انبساط کا نغمہ ہے جو جوش و خروش کا گیت ہے۔ گان کے لاحقے کے ساتھ ساری گان سے مراد خوشی اور جوش کے سریلے لوگ گیت کے ہیں۔

پورے ناول میں لفظیات کی ساخت اور استعمال خاص علاقے اور عہد کی تربہائی میں بہت مددگار رہے ہیں۔ ایسے ہی لفظی اشارے کسی بھی عہد کی زبان و بیان اور اس عہد کے ماحول کو زندہ رکھنے میں کام یاب رہتے ہیں۔ قرۃ العین حیدر

”آخر شب کے ہم سفر“: لفظیات کا سماجی و لسانی مطالعہ

کی تحریروں میں اس بات کا خاص التزام رہا ہے کہ ان کی تحریریں نہ صرف گہرا لسانی مشاہدہ رکھتی ہیں بلکہ ان کے ناول اور افسانے عہد و ماحول کے تناظر میں تاریخی وسعت و اہمیت کے حامل رہے ہیں۔

مقالے کی لفظیات کے ضامن میں بنیادی ماخذ قرۃ العین حیدر کا ناول ”آخر شب کے ہم سفر“ ۲۰۱۵ء کا ایڈیشن سنگ میل پبلی کیشن لاہور کو بنایا ہے۔

زیر نظر مقالے میں لفظیات کی فرہنگ الف بائی طریقہ سے ترتیب دی گئی ہے۔ ہر لفظ کو تحریر کرنے کے بعد اس کے سامنے معنی کا اندراج کیا گیا ہے اور معنی کے نیچے استعمال کی سند درج کی گئی ہے سند کا حوالہ صفحہ نمبر کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے۔ جہاں جہاں وضاحت کی ضرورت محسوس کی گئی وہاں لفظوں کے ضامن میں وضاحتی حواشی مقالے کے آخر میں دیئے گئے ہیں۔ تلفظ کی وضاحت کے لیے اعراب کو ظاہر کیا گیا ہے۔ جس کے لیے اردو کی مستند لغات کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ لفظیات کے معنی کے سلسلے میں اردو زبان و ادب کی مندرجہ ذیل مستند لغات سے استفادہ کیا گیا ہے۔ فرہنگ میں ان لغات کے استعمال کی نشاندہی کے لیے مندرجہ ذیل مخففات درج کیے گئے ہیں۔

۱۔ اردو لغت (تاریخی اصولوں پر) ۲۲ جلدیں (بورڈ)

۲۔ ہندی اردو لغت (مرتبہ راجہ راجیو راوراؤ اصغر) (اصغر)

۳۔ علمی اردو لغت (مرتبہ وارث سرہندی) (علمی)

۴۔ فرہنگ تلفظ (مرتبہ شان الحق حقی) (تلفظ)

۵۔ نور لغات (مرتبہ مولوی نور الحسن) (نور)

۶۔ فرہنگ آصفیہ (مرتبہ سید احمد دہلوی) (آصفیہ)

۷۔ پلیٹس A dictionary of urdu, classical Hindi and English (پلیٹس)

ان لغات سے استفادے کے باوجود چند ایسے مقامی الفاظ تھے جن کے معنی تشنہ تھے اور ان کا اندراج لغات میں بھی نہیں تھا۔ ایسے الفاظ کے معنی تک رسائی کی ہر ممکن تک کوشش کی گئی ہے۔ اہل زبان سے براہ راست ان لفظیات کے معنی و مطالب کے بارے میں دریافت کر کے ان الفاظ کو فرہنگ کا حصہ بنایا جائے۔ اس کے علاوہ بہت سے ایسے الفاظ تھے جن کا املا اور تلفظ اردو لغات میں مختلف تھا لیکن چونکہ ناول میں مقامی لب و لہجہ کرداروں کی سماجی حیثیتوں کو ابھارتا ہے اس لیے ایسے الفاظ کا املا بھی اسی رنگ میں لیا گیا ہے۔ مثلاً ”کھنڈروں“ کا املا ”اکھنڈروں“، ”پھاگن“ کا املا ”پھاگلن“، ”چیت/چیتڑ“ کا املا ”چیتڑ“، ”شیشر“ کا ”شیشر“ وغیرہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ چند ایسے الفاظ بھی شامل ہیں جن کے معنی لغات میں تو نہیں ملے لیکن متن کے لحاظ سے ان کے معنی درج کیے ہیں مثلاً ”اوگھبران“ سیاق و سباق کے مطابق اس مینے کو کہا جاتا ہے جس میں دھان (چھلکے سمیت چاول) تیار ہو جاتا ہے اور دھان کی فصل عموماً نومبر اور دسمبر کے مینے میں تیار ہوتی ہے اس لیے ”اوگھبران“

سے مراد اگن کا مہینا ہے اسی طرح ”ایسراج“ کا لفظ بھی متن کے مطابق موسیقی کا کوئی آلہ ہے۔

حواشی

- (۱) قرۃ العین حیدر، سید سجاد حیدر یلدرم، مشمولہ ماہ نامہ پگڈنڈی، امرتسر، جلد و شمارہ ۵، اپریل ۱۹۶۱ء، ص ۳۳، ۴۰۔
- (۲) ایضاً، ص ۳۶-۳۷
- (۳) قرۃ العین حیدر، اگ کا دریا، (لاہور: مکتبہ جدید، طبع اوّل ۱۹۵۹ء) (اس کا جدید ایڈیشن سنگ میل پبلی کیشنز لاہور سے ۲۰۱۵ میں شائع ہوا)۔
- (۴) قرۃ العین حیدر، آخر شب کے ہم سفر، (لاہور: چودھری اکیڈمی، طبع اوّل ۱۹۷۹ء) (۲۰۱۵ میں سنگ میل پبلی کیشنز نے اس کا نیا ایڈیشن شائع کیا ہے۔ اس ایڈیشن میں مصنفہ کا لکھا ہوا پیش لفظ شامل نہیں ہے)۔
- (۵) قرۃ العین حیدر، آخر شب کے ہم سفر، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)، ص ۲۴۵
- (۶) پرویز اختر، آخر شب کے ہم سفر پر ایک تنقیدی نظر، مشمولہ، قرۃ العین حیدر خصوصی مطالعہ، عامر سہیل دیگر مرتبین، (لاہور: پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، ۲۰۱۵ء)، ص ۳۷-۳۸، طبع دوم
- (۷) انیس الرحمان، آخر شب کے ہم سفر، ایضاً، (لاہور: بیکن بکس ملتان، ۲۰۰۳ء)، ص ۳۳۸
- (۸) عبدالمغنی، پروفیسر، قرۃ العین حیدر کافن، (لاہور: نظامی پریس، ۱۹۹۱ء)، ص ۱۱۰
- (۹) پرویز اختر، آخر شب کے ہم سفر پر ایک تنقیدی نظر، مؤلہ بالا، ص ۳۷-۳۸
- (۱۰) ایضاً، ص ۳۸۱
- (۱۱) پروفیسر عبدالمغنی، آخر شب کے ہم سفر، مشمولہ، قرۃ العین حیدر ایک مطالعہ، الرضیٰ کریم (مُرتب)، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۹۲ء، ص ۳۴۹
- (۱۲) درست تلفظ/املا تو ”آساڈھ“ ہے لیکن غالباً بنگالی کا تلفظ ظاہر کرنے کے لیے مصنفہ نے اسے ”آشاڈھ“ لکھا ہے۔ ہندی اردو لغت میں راجہ راجیور راؤ اصغر نے ”آشاڈھ“ اور ”آساڈھ“ دونوں املا کا اندراج ایک ہی معنی کے ضمن میں کیا ہے۔
- (۱۳) متن کی مناسبت سے یہ معنی درج کیے گئے ہیں۔ متداول لغات میں اس لفظ کا اندراج نہیں ہے۔
- (۱۴) متن کے بغور مطالعے سے یہ معنی و مطالب اخذ کیے گئے ہیں صرف اوگھران ہی نہیں بلکہ پورے بارہ مہینوں کے ناموں کے مقامی تلفظ کو سیاق و سباق کے مطابق درج کیا گیا ہے اس کی تفصیل مقالے کے حصے ”لسانی تجزیہ“ میں درج ہے۔
- (۱۵) ایسراج کے معنی متداول لغات میں تلاش کے باوجود نہیں مل سکے اس لیے اس لفظ کے معنی سیاق و سباق میں پیش کردہ منظر کشی کو مد نظر رکھ کر تحریر کیے گئے ہیں۔
- (۱۶) یہ معنی متن میں پیش کردہ ماحول اور عناصر کو دیکھ کر درج کیے گئے ہیں۔ متداول لغات میں یہ لفظ درج نہیں ہے۔
- (۱۷) اس جملے میں طنزاً اور حقارتاً ”بھدرا“ لفظ کا استعمال منحوس لوگ کے معنی میں کیا گیا ہے۔
- (۱۸) بوئی کے لغوی معنی مہکنے کے عمل کے ہیں لیکن یہاں بوئی شاک سے مراد بیساکھ یعنی بہار کا مہینا ہے شاید مقامی تلفظ میں اسے بوئی

”آخر شب کے ہم سفر“: لفظیات کا سماجی و لسانی مطالعہ

- شاک کہا جاتا ہے۔
- (۱۹) ”بھیر“ سنسکرت میں ہیر کو کہتے ہیں۔ اس نسبت سے یہاں بھیر بی سے مراد ”ہیروئن“ ہے۔
- (۲۰) سنسکرت میں اس کا درست املا ”پھاگن“ ہے لیکن غالباً مصنفہ نے مقامی تلفظ کو ظاہر کرنے کے لیے ”پھاگن“ لکھا ہے۔ ایک تلفظ اور املا اس کا ”پھلنگ“ بھی ہے۔
- (۲۱) تاڑ۔ کھجور کی قسم کا ایک درخت جس کے پتے پتکھ سے مشابہ اور بڑے ہوتے ہیں۔
- (۲۲) مقالے کے حصے ”لسانی تجزیہ“ میں اس کی تفصیل درج ہے۔
- (۲۳) سنسکرت میں اس کا درست املا ”چیت“ ہے اس کے علاوہ ایک املا ”چیتھر“ بھی ہے۔ غالباً مصنفہ نے مقامی تلفظ درج کیا ہے۔
- (۲۴) درست تلفظ اور املا دفتی ہے لیکن کاتب کی غلطی سے رفتیاں درج ہے اور یہ غلطی سارے ایڈیشنوں میں موجود ہے۔ جملے کی ساخت کے مطابق بھی بمعنی لفظ دفتی / رفتیاں ہی مناسب ہے۔
- (۲۵) یہاں ”سڑ بلی“ کا املا سڑ، سڑی، کے معنی کی نسبت سے استعمال کیا گیا ہے۔ متداول لغات میں سڑ بلی لفظ درج نہیں ہے۔
- (۲۶) درست املا ”سمفنی“ ہے شاید کاتب کی غلطی سے ”سمفی“ درج ہے جو جملے میں کسی بھی ضمن میں بمعنی نہیں۔ اس لیے اس کا درست املا ہی فرہنگ میں شامل کیا ہے۔
- (۲۷) اس مرکب لفظ کی تفصیل مقالے کے ابتدائی حصے میں درج ہے۔
- (۲۸) متن میں درج تفصیل کے مطابق شیشر ہندی فصلی رت (وسنت، گریشم، ورشہ، شر، ہیمنتھ، ششرا) کے موسم ششرا جو ماگھ اور پھاگن پر مشتمل ہے کے لحاظ سے استعمال ہوا ہے۔
- (۲۹) مقالے کے حصے ”لسانی تجزیہ“ میں اس کی تفصیل درج ہے۔
- (۳۰) اس لفظ کا تعلق سلینگ اردو سے ہے لیکن اردو کی سلینگ لغات میں یہ لفظ شامل نہیں ہے۔
- (۳۱) یہاں وقت کے لیے کپالک کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔
- (۳۲) ایک املا اس کا ”گروک“ بھی ہے۔ جس کے معنی مغرور، چالاک، شنی باز کے ہیں۔
- (۳۳) کاتب نے ”گورکھالی“ لکھا ہے۔ لیکن اردو لغت میں اس کا املا ”گورکھالی“ ہے۔
- (۳۴) مستعمل املا ”لوٹاپن“ ہے۔
- (۳۵) فرزانہ، نیلم، قرۃ العین حیدر فنی اظہار کی نوعیتیں، مشمولہ قرۃ العین حیدر: ایک مطالعہ، ارتضیٰ کریم (مترجمہ)، محولہ بالا، ص ۹۶
- (۳۶) حیدر قرۃ العین، آخر شب کے ہم سفر، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)، ص ۱۳۹
- (۳۷) ایضاً، ص ۱۵۳
- (۳۸) ایضاً، ص ۱۴۹
- (۳۹) ایضاً، ص ۱۵۱
- (۴۰) ایضاً

مآخذ:

”آخر شب کے ہم سفر“: لفظیات کا سماجی و لسانی مطالعہ

- (۱) حیدر، قرۃ العین، آگ کا دریا، لاہور: مکتبہ جدید، ۱۹۵۹ء
- (۲) _____، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء
- (۳) _____، آخر شب کے ہم سفر، لاہور: چودھری اکیڈمی، ۱۹۷۹ء، طبع اول
- (۴) _____، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء
- (۵) سہیل، عامر و دیگر مرتبین، قرۃ العین حیدر: خصوصی مطالعہ، لاہور: نیکن بکس، ملتان، ۲۰۰۳ء
- (۶) عبدالمغنی، پروفیسر، قرۃ العین حیدر کافن، لاہور: نظامی پریس، ۱۹۹۱ء
- (۷) کریم، ارضی (مترجمہ)، قرۃ العین حیدر: ایک مطالعہ، دہلی: ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، ۱۹۹۲ء

رسائل

- (۱) ماہنامہ پیگڈنڈی، سجاد حیدر یلدرم نمبر، امرتسر، شمارہ: ۵، اپریل ۱۹۶۱ء
- (۲) ماہنامہ قومی زبان، قرۃ العین حیدر نمبر، کراچی، شمارہ: ۱، جنوری ۲۰۰۸ء

